بنی نوع انسان پر اسلام کے احسانات

جناب پروفیسر سیّد محمد سلیم صاحب

(۲)

معاشرتی عدل

۱ — اسلام کا بنیادی عقیدہ توحید ہے۔ توحید ایک خدا کو ماننے کا نام ہے۔ ایک خدا کے ماننے میں دوسرے خداؤں کا انکار مضمر ہے۔ توحید کے بعد غلامی اور عدم مساوات کا خود بخود خاتمہ ہو جاتا ہے۔ تاریخ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایک جملہ اس سلسلے میں محفوظ کر لیا ہے۔ مصر کے گورنر اور فاتح حضرت عمروؓ بن العاص کو انہوں نے لکھا تھا:

متیٰ استعبدتم الناس وقد ولدتهم امهاتهم احراراً "تم نے کب سے ان لوگوں کو اپنا غلام بنا لیا ہے۔ ان کی ماؤں نے تو انہیں آزاد جنا تھا۔"

اہل یورپ آزادی کا منشور روسو کے اس جملہ کو قرار دیتے ہیں:-

"MAN WAS BORN FREE AND HE IS EVERY WHERE IN CHAINS, THOSE WHO THINK THEMSELVES MASTERS OF OTHERS, ARE INDEED GREATER SLAVES THAN THEY."

(FROM "SOCIAL CONTRACT"—P. 49)

حالانکہ روسو (۱۷۱۲ء — ۱۷۸۱ء) سے ہزار سال قبل حضرت عمرؓ (۵۸۱ — ۶۴۴ء) کا قول موجود ہے۔ بہت ممکن ہے کہ روسو نے حضرت عمرؓ کے جملہ سے ہی اپنا مفہوم اخذ کیا ہو، اس لیے کہ وہ اسلام کی تاریخ سے بخوبی واقف تھا۔ بہرکیف تاریخ میں آزادی کا منشور حضرت عمرؓ کا یہ قول ہے۔

۲ — انسان کی غلامی انسانیت کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہے۔ بعثتِ نبوت کے وقت ہر جگہ غلامی کا

رواج تھا۔ یونان کے فلاسفر افلاطون اور ارسطو نے دلائل دے کر ادارۂ غلامی کو مستحکم کر دیا تھا۔ اسلام نے اس قبیح رسم کے خلاف آواز اٹھائی۔ اسلام کا طریقہ کار بڑا حکیمانہ تھا۔ سب سے اوّل آپؐ نے معاشرہ میں غلاموں کا درجہ بلند کیا۔ آپؐ نے فرمایا: "جو تم کھاؤ وہی غلام کو کھلاؤ۔ جو تم پہنو وہی غلام کو پہناؤ"۔ اس حکم نے غلامی کی قلب ماہیت (METAMORPHOSE) کر ڈالی۔ اس حکم کے بعد یہ حال ہوگیا تھا کہ آقا اور غلام میں تمیز کرنا مشکل ہوگیا تھا۔ اس ایک حکم سے ساری نفرت اور حقارت جو غلاموں کے خلاف تھی وہ سب دُور ہوگئی۔ یہ قدیم الایام سے ایک معاشرتی ادارہ (SOCIAL INSTITUTION) تھا جس سے ہزارہا نوعیت کے معاشی اور معاشرتی تعلقات اور روابط وابستہ تھے۔ اس لیے آپؐ نے قانوناً اس کا انسداد کرنے کے مقابلے میں رضاکارانہ آزاد کرنے کی ہر طرح سے ترغیب دی۔ اُم ولد کے قانون کے تحت ایک نسل کے بعد ہی غلام زادہ آزاد ہو جاتا تھا۔ اس طرح بتدریج غلامی کا بھی خاتمہ ہوگیا اور نہ معاشی و معاشرتی بحران برپا ہوا۔ اور نہ آزاد کردہ غلاموں سے کوئی نفرت اور انتقام کا جذبہ پیدا ہوا۔ معاشرہ نے ان غلاموں کو تختِ سلطنت تک پہنچا دیا۔ ہندوستان کی تاریخ میں غلام خاندان (۱۲۰۶ء تا ۱۲۸۸ء) اور مصر کی تاریخ میں مملوک خاندان (۱۲۵۰ء تا ۱۵۱۷ء) دو روشن مثالیں ہیں۔

امریکہ نے بھی ۱۸۶۳ء میں غلامی کو ممنوع قرار دیا۔ ایک صدی گزر جانے کے بعد آج بھی حبشیوں کے خلاف نفرت موجود ہے۔ آج بھی اُن کو معاشرہ میں مساوی درجہ حاصل نہیں ہے اور جنوبی افریقہ کی نسل پرست حکومت میں سارے سیاہ فام غلاموں سے بدتر زندگی بسر کر رہے ہیں۔

۳۔ انسانیت کی تذلیل کا ایک اور طریقہ رنگ اور نسل کی برتری کا تصور ہے۔ اصلاً تو یہ مرض آریہ نسل کا پھیلایا ہوا ہے۔ ہندوستان کا برہمن اور جرمنی کا نازی نسل پرستی میں سب سے پیش پیش ہے۔ اینگلو سیکسن نسل کے لوگ کسی دوسری نسل کو اپنے برابر درجہ دینے کو تیار نہیں ہیں۔ اسی لیے عظیم مورخ ٹائن بی کہتا ہے: "رنگ و نسل کی برتری کا مرض ہم نے (انگریز۔ اینگلو سیکسن نے) ساری دُنیا کو لگایا ہے"۔ اسلام سے قبل عرب میں بھی نسل پرست لوگ موجود تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خلاف سخت جہاد کیا۔ آپؐ نے فرمایا: "عربؐ کو غیر عرب پر اور غیر عرب کو عرب پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے۔ تم سب آدم کی اولاد ہو۔ اور آدم کی پیدائش مٹی سے ہوئی تھی"۔ قرآن کہتا ہے کہ بزرگی اور بڑائی کا تعلق تقویٰ اور پرہیزگاری سے ہے۔ یعنی اعمال سے ہے، رنگ و نسل سے نہیں۔ حضور اکرمؐ

نے مدینہ کی اسلامی ریاست میں تمام نسلوں کے لوگوں کے ساتھ یکساں برتاؤ کیا۔ آپؐ نے ایک لشکر کا سپہ سالار ایک حبشی غلام زادہ کو مقرر کر دیا۔ ان کی ماتحتی میں ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ جیسے جلیل القدر صحابی اور قریشی النسل عربوں کو دے دیا۔ اس طرح نسلی فخر و غرور کا خاتمہ کیا اور انسانی مساوات کا اصول پیش کیا۔

نماز اگرچہ ایک عبادت ہے مگر اس کے معاشرتی فوائد بھی ہیں۔ روزانہ پانچ وقت کی نماز محلہ کی مسجد میں ایک صف میں کھڑے ہو کر پڑھی جاتی ہے۔ ہفتہ میں ایک مرتبہ جمعہ کی نماز شہر کی بڑی مسجد میں یکجا پڑھی جاتی ہے۔ سال میں دو مرتبہ عیدین کی نماز سارے شہر کی یکجا پڑھی جاتی ہے۔ اور زندگی میں کم از کم ایک مرتبہ سارے عالم اسلام کی نماز حج کے موقعہ پر خانہ کعبہ کے امام کے پیچھے یکجا پڑھی جاتی ہے۔ ان نمازوں میں یہ عالم ہوتا ہے کہ ؎

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

اس طرح ہر وقت وحدتِ اُمت کا سبق (REHEARSAL) پڑھایا جاتا ہے۔ یہ نماز میں تمیزِ رنگ و نسل کے خلاف مسلسل اور پیہم جہاد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کی طویل تاریخ میں تمیزِ رنگ و نسل کے فتنہ نے سر نہیں اُٹھایا۔ ورنہ آج بھی متمدن دُنیا اس مرض سے خالی نہیں ہے۔ امریکہ اور جنوبی افریقہ کو چھوڑیے، انگلستان جیسے ملک میں ۱۹۵۵ء میں یہ واقعہ پیش آیا کہ وزیر اعظم ایڈن (EDEN) کی بہن نے افریقہ میں ایک حبشی شاہزادے کبیاکا (KABAKA) کے ساتھ شادی کر لی تھی، اس کے خلاف اتنا ہنگامہ برپا ہوا کہ بالآخر ایڈن کو وزارت سے استعفیٰ دینا پڑا۔

۴ ـــ اسلام نے مساواتِ مرد و زن کا اعلان چودہ سو سال قبل کیا ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔ ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف۔ (بقرہ - ۲۲۸) ـــ "عورتوں کے بھی معروف طریقے پر ویسے ہی حقوق ہیں، جیسے مردوں کے حق اُن پر ہیں"۔ اسلام سے قبل کسی مذہبی کتاب میں ایسا کوئی اعلان نہیں ہے۔ اہل یورپ نے انیسویں صدی میں مرد و زن کی مساوات کا عقیدہ قبول کیا ہے۔

۵ ـــ نکاح کے معاملے میں عورت پر بڑا ظلم ہوتا تھا۔ مرد بہت سی عورتوں سے شادی لیتا تھا۔ اس پر کوئی بندش نہ تھی۔ اسلام نے تاریخ میں پہلی مرتبہ زیادہ سے زیادہ چار عورتوں کی بندش لگائی، اور اُن کے درمیان عدل کرنے کی شرط عائد کر دی۔ نکاح کو باہمی رضامندی کا ایک ـــــ معاہدہ قرار

دیا۔ جس کو مرد ناگزیر حالات میں طلاق کے ذریعہ اور عورت خلع کے ذریعہ فسخ کر سکتی ہے۔ نہ مسیحی دنیا میں اور نہ ہندو دنیا میں طرفین کو یہ حق حاصل تھا۔ اب اس صدی میں وہ اسلام کے طریقے کو قبول کر رہے ہیں

معاشی عدل

۱۔ اسلام نے صدیوں قبل سرمایہ داری اور اشتراکیت دونوں کے مفاسد سے بچ کر ایک عادلانہ رفاہی نظام جاری کیا۔

۲۔ اسلام نے سُود کو اور احتکار کو حرام قرار دے دیا، تاکہ سرمایہ داری کو فروغ حاصل نہ ہو۔

۳۔ دُنیا میں سب سے پہلے اسلام نے مال داروں کی آمدنی میں ناداروں اور محتاجوں کے لیے حق مقرر کیا۔

۴۔ زکوٰۃ اور صدقات کے ذریعے چودہ سو سال قبل اجتماعی کفالت (SOCIAL SECURITY) کا نظام رائج کیا۔

۵۔ ارتکازِ دولت (سرمایہ داری) کے مقابلہ میں اسلام نے گردشِ دولت کا نظریہ پیش کیا۔

۶۔ اسلام نے صرف اکلِ حلال کی ترغیب دی اور ہر قسم کی حرام خوری اور کام چوری سے منع فرمایا

نظریاتی ریاست

۱۔ دُنیا میں سب سے پہلی نظریاتی ریاست اسلام نے قائم کی۔ نسلی بادشاہت، قومی اور وطنی تصوّرِ ریاست کا خاتمہ کر دیا۔

۲۔ اسلام نے اپنے سیاسی اور حکومتی نظام کے لیے نئی اصطلاحات وضع کیں تاکہ سابقہ تصوّرِ ریاست سے کلی امتیاز پیدا ہو جائے۔ اُمت وملّت (قوم)، خلافت (سلطنت و ملوکیت)، زکوٰۃ و صدقات (محصول) جہاد (حرب وقتال)، شہید (مقتول)، وفات (موت)، مالِ غنیمت (لوٹ مار)، بیت المال (خزانہ) شوریٰ (ندوہ، موتمر)، خلیفہ، امیر (ملک، سلطان) وغیرہ۔

۳۔ دُنیا میں سب سے پہلی جمہوری ریاست اسلام نے قائم کی۔ یونان کی شہری ریاستوں میں دو تہائی سے زیادہ آبادی یعنی غلام اور عورتیں ہر قسم کے حقوق سے محروم تھیں۔

۴۔ تاریخِ انسانی میں باہمی معاہدہ (SOCIAL CONTRACT) کے ذریعہ اگر کوئی ریاست قائم ہوئی ہے تو وہ مدینہ کی اسلامی ریاست ہے۔ قیامِ ریاست سے قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے انصارِ مدینہ سے معاہدہ کیا جو بیعتِ عقبہ ثانی کے نام سے مشہور ہے۔ پھر آپؐ نے مدینہ جا کر یہودیوں سے باقاعدہ معاہدہ کیا۔ روسو نے معاہدہ عمرانی کا تصوّر غالباً مدینہ کی ریاست سے اخذ کیا تھا۔ ورنہ تاریخ میں اس کے علاوہ دوسری اور کوئی مثال نہیں ملتی ہے۔ خلیفہ کی تقرری کے بعد بیعت لینے کا طریقہ بھی

معاہدۂ عمرانی ہی کی ایک شکل تھی۔

۵ — دُنیا کی تاریخ میں پہلا تحریری دستور مدینہ میں ۶۲۲ء میں نافذ ہوا۔ جبکہ انگلستان کا دستور ۱۲۱۵ء اور چنگیز خان کا دستور ۱۲۱۸ء میں نافذ ہوا تھا۔ اس دستور میں تقریباً پچاس دفعات تھیں۔

۶ — خلافت کی بنیاد شوریٰ پر ہوتی تھی۔ خلیفہ عوام کا منتخب اور اُن کا معتمد علیہ ہوتا تھا۔ وہ عوام کے سامنے جوابدہ ہوتا تھا۔ عوام اُس کو معزول کرنے کا حق رکھتے تھے۔ شوریٰ (کابینہ) کے طریقہ پر حکومت کرنے کا آغاز سب سے پہلے اسلام نے جاری کیا۔

۷ — عوام صرف معروف میں خلیفہ کی اطاعت کے پابند تھے۔ غیر معروف اور غیر اسلامی احکام میں خلیفہ کی نافرمانی کی جاسکتی تھی۔ اس لیے کہ درحقیقت اقتدار اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے جس کی اطاعت ہر حال میں کرنا ضروری ہے۔

۸ — خلیفہ ایک عام شہری کی حیثیت رکھتا تھا۔ اُس کو کوئی زائد حقوق حاصل نہیں تھے۔ وہ متقی اور پرہیزگار شخص ہوتا تھا۔ ملکی خزانہ پر عام آدمی سے زیادہ اس کا حق نہیں ہوتا تھا۔

۹ — اسلامی ریاست ہر طرح ایک فلاحی ریاست تھی۔ ایک خادمِ عوام ریاست تھی۔ ۱۹۳۷ء میں ہندوستان میں پہلی مرتبہ صوبوں میں جمہوری حکومتیں قائم ہوئیں۔ کانگریس کے رہنما مسٹر گاندھی نے اس موقعہ پر کانگریسی وزراء کے نام ایک پیغام جاری کیا تھا۔ اُس نے لکھا تھا۔ ہندوؤں کے رام اور کرشنا تو دیومالائی اشخاص ہیں۔ البتہ مسلمانوں کے ابوبکر اور عمر تاریخی شخصیتیں ہیں۔ انہوں نے بادشاہی میں فقیری کی ہے۔ میں ہدایت کرتا ہوں کہ تم اُن کی تقلید کرو۔

آزاد عدلیہ

۱ — اسلام نے قانون شریعت (RULE OF LAW) کی عملداری قائم کی۔ کوئی فردِ بشر قانون سے بالاتر نہیں تھا۔ حتیٰ کہ خلیفہ بھی بالا نہیں تھا (KING CAN DO NO WRONG) جیسے تصورات کے لیے کوئی گنجائش نہیں۔

۲ — عدلیہ، انتظامیہ کے ماتحت نہیں۔ وہ انتظامیہ کے دباؤ سے آزاد ہے۔ وہ صرف خدا کے سامنے جوابدہ ہے۔

۳ — اسلام سے قبل مقدمات فیصل کرنے کے عجیب عجیب طریقے دُنیا میں رائج تھے۔ کہیں غیب دانوں اور کاہنوں کی گواہی پر اعتماد کیا جاتا تھا۔ ملزم کو صفائی کے لیے آگ میں سے گزرنا پڑتا تھا یا گرم سرخ

لوہے کا گولا ہاتھ میں اُٹھانا پڑتا تھا۔ کہیں فیصلہ کا طریقہ یہ تھا کہ فریقین ایک دوسرے پر تلوار سے حملہ آور ہوتے تھے (DUEL) جو زندہ بچ جاتا تھا وہ حق پر تصوّر کیا جاتا تھا۔ ہندوستان میں اور یورپ میں اسی قسم کے طریقے رائج تھے۔ اسلام نے ان تمام طریقوں کو غلط قرار دیا۔ مقدمات کے فیصلوں کے لیے لوگوں کی شہادت کو ضروری قرار دیا۔ آج ساری مہذّب دُنیا میں یہی طریقہ رائج ہے۔

۴۔ اسلام نے سب سے پہلے قتلِ عمدا ور قتلِ غیر عمد کی تفریق قائم کی۔ ورنہ نہ تو منو کے قانون میں (ہندوستان) اور نہ جسٹنین کے قانون میں (روما) یہ باریک بینی موجود تھی۔

۵۔ قاتل کو قدیم قانون میں ہر جگہ لازماً قتل کی سزا دی جاتی تھی۔ اب جدید یورپ میں قتل کی سزا ہی کو ختم کر دیا گیا ہے۔ اسلام نے بین بین راستہ اختیار کیا ہے۔ اسلام نے خون بہا کے ذریعہ قاتل کو معاف کرنے کا طریقہ جاری کیا۔ بشرطیکہ مقتول کے ورثا راضی ہوں۔

علم کی ترغیب دُنیا میں سب سے پہلے حصولِ علم کو اسلام نے لازمی قرار دیا۔ مردوں کے لیے بھی اور عورتوں کے لیے بھی۔ واضح رہے کہ یونان کا فلسفی ارسطو عورتوں اور غلاموں کو تعلیم دینے کا سخت مخالف تھا۔ ہندوستان کا قانون ساز منو کہتا ہے، اگر شودر کے کان میں وید کے الفاظ پڑ جائیں تو اُس کو سزا دو اور اس کے کان میں پگھلا ہوا سیسہ ڈال دو۔

۲۔ اسلام نے حواس کی معلومات پر علمِ صحیح کی بنیاد رکھی ہے۔ قرآن فرماتا ہے۔ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۔ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا (اسراء۔ ۳۶) کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو۔ یقیناً آنکھ، کان اور دل سب کی باز پرس ہو گی۔ یہ آیت بتاتی ہے کہ آنکھ، کان (حواس) کے ذریعہ معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ اور پھر دل (ذہن) اس کی تصدیق کرتا ہے، اُس کو مرتب شکل دیتا ہے، جدید دَور نے علم صحیح کا یہی نظریہ قبول کر رکھا ہے۔ اس علم نے علمِ نجوم، کہانت، جادو، غیب دانی کے طریقے، سفلی علوم، سب کی تہ وبالا کر دی۔ اس لیے کہ یہ علم صحیح سے حاصل نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں میں سری علوم (OCCULT SCIENCES) کبھی فروغ نہ پا سکے۔

۳۔ قرآن مجید میں مظاہر فطرت پر غور و فکر کرنے کی ترغیب دی۔ فرمایا قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ (عنکبوت۔ ۲۰) ان سے کہو کہ زمین میں چلو اور دیکھو کہ اُس نے کس طرح

خلق کی ابتداء کی ہے"۔

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ۔

(آل عمران ۔ ۱۳۷) "تم سے پہلے بہت سے گزر چکے ہیں۔ زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ اُن لوگوں کا کیا انجام ہوا ۔ جنہوں نے اللہ کی ہدایت کو جھٹلایا تھا"

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ

(حج ۔ ۶۵) "کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اُس نے وہ سب کچھ تمہارے لیے مسخر کر دیا جو آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اُس نے کشتی کو قاعدے کا پابند بنایا ہے کہ وہ اس کے حکم سے سمندر میں چلتی رہے۔"

یہ آیتیں تین باتوں کی تلقین کرتی ہیں :۔ علم صحیح کی تلاش، مظاہر کائنات پر غور و خوض، تسخیر کائنات کا ارادہ۔ یہی تین باتیں سائنسی نقطۂ نظر کی تشکیل کرتی ہیں۔ دنیا کو سائنسی نقطہ نظر قرآن مجید نے دیا ہے۔ قرآن مجید کی بتائی ہوئی روشنی پر چل کر عرب بتدریج سائنسی فکر کو پروان چڑھا رہے تھے۔ اس میں اندلس کے عربوں کا حصہ زیادہ تھا۔ مگر ابھی یہ پودا برگ و بار لانے ہی والا تھا کہ اندلس تباہ و برباد ہو گیا۔ پھر یورپ والوں نے اس پودے کو پروان چڑھایا۔ بیکن، کوپرنیکس، نیوٹن کی اصل کتابوں کا مطالعہ کیجیے۔ یہ سب عربوں کے احسان مند ہیں۔

حقوق انسانی

۱۔ انسان کے بنیادی حقوق کا واضح اعلان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری حج کے موقع پر آخری خطبہ میں فرمایا۔ حجۃ الوداع کا خطبہ حقوق انسانی کا منشور ہے۔ اس سے قبل حقوق انسانی کا واضح اعلان کسی مفکر کی تعلیمات میں نہیں ملتا ہے۔

۲۔ آج کے دور میں حقوق کی ضمانت ریاست دیتی ہے۔ ریاست متلون مزاج اور تغیر پذیر افراد کا ادارہ ہے۔ اس وجہ سے بعض اوقات افراد اپنے حقوق حاصل کرنے میں ناکام رہ جاتے ہیں۔ اس کے برخلاف اسلام ان حقوق کی پاسداری کے لیے اللہ اور رسولؐ کی ضمانت دیتا ہے۔ جو شخص بھی ایمان رکھتا ہے، اس کا فریضہ ہے کہ وہ ان حقوق کو ادا کرے۔ اس طرح اسلامی طریقہ میں تغیر پذیر سیاسی مصلحتیں مانع نہیں بن سکتی ہیں۔ یہ ضمانت اقوام متحدہ کی ضمانت سے بھی زیادہ قوی ہے۔

مسلمانوں نے اپنے دورِ عروج میں بلکہ دورِ زوال میں بھی جس اخلاقی بلندی کا مظاہرہ کیا ہے اور جس طرح حقوق انسانی کی پاسداری کی ہے، اس کی گرد کو بھی وہ لوگ نہیں پہنچ سکتے جو آج تہذیب و شائستگی کے

علَم بردار بنے پھرتے ہیں۔ یورپ کے لوگوں نے افریقہ، امریکہ، ایشیا اور خود یورپ میں مغلوب قوموں کے ساتھ جو ظالمانہ سلوک روا رکھا ہے، مسلمانوں کی تاریخ کے کسی دَور میں بھی اس کی نظیر نہیں پیش کی جاسکتی ہے۔ یہ قرآنی تعلیمات کی برکت تھی جس نے مسلمانوں کے اندر اتنی انسانیت پیدا کردی کہ وہ اقتدار اور غلبہ کے دَور میں بھی اتنے ظالم نہ بن سکے جتنے کہ غیر مسلم تاریخ کے ہر دَور میں نظر آتے ہیں۔

کوئی شخص آنکھیں رکھتا ہے تو خود دیکھ سکتا ہے کہ اسپین میں جب مسلمان صدیوں حکمران رہے تو اس وقت عیسائیوں کے ساتھ ان کا کیا سلوک تھا۔ اور جب عیسائیوں کو وہاں غلبہ حاصل ہو گیا تو انہوں نے کس طرح مسلمانوں کا قتل عام کیا، اور بالآخر وہاں مسلمانوں کا بیج تک نہ چھوڑا۔ بیت المقدس جب صلیبی سُورماؤں نے فتح کیا تو کس قدر خونریزی کی اور بیت المقدس جب صلاح الدین ایوبیؒ نے فتح کیا تو کس قدر رحم دلی کا مظاہرہ کیا۔ گذشتہ صدیوں میں مسلمان حکومتوں کا یہودیوں کے ساتھ کیا رویّہ رہا؟ اور اب فلسطین میں مسلمانوں کے ساتھ اُن کا کیا رویہ ہے؟ ہندوستان کے آٹھ سو سالہ دَورِ حکومت میں مسلمانوں نے ہندوؤں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا؟ اور اب آزاد ہو جانے کے بعد ہندوؤں نے کس قدر مسلمانوں کی خونریزی کی ہے؟

یورپ کے مستشرقین نے اسلامی تہذیب کے ورثہ کو کندی، فارابی، ابن سینا، ابن رشد، رازی وغیرہ مسلمان حکماء کی تعلیمات تک محدود سمجھ لیا ہے۔ اسلامی ورثہ اس سے کہیں زیادہ وسیع ہے، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ موجودہ مہذب دُنیا جن اقدارِ حیات پر ایمان رکھتی ہے، مثلاً عالم انسانیت کی مساوات، مساواتِ مرد و زن، مذہبی رواداری، علم صحیح کی لگن، محنت کی قدر، اور جن طریقوں سے نفرت کرتی ہے۔ مثلاً:- نفس کُشی، غلامی، امتیاز رنگ و نسل وغیرہ۔ اگر ان اقدارِ حیات کا شجرۂ نسب تلاش کیا جائے تو وہ عرب کے نبیٔ اُمّی کی تعلیمات میں ملے گا۔ نبی عربی کی تعلیمات سے قبل کہیں بھی ان اقدارِ حیات کا سراغ نہیں ملتا ہے۔ درحقیقت یہ رحمتِ عالم کے فیضان کا چشمہ ہے جس سے سارا عالم مستفید ہو رہا ہے۔

؎ آج ان ذرّوں کو بھی ناز اپنی تابانی پہ ہے
تیرے در کا نقشِ سجدہ جن کی پیشانی پہ ہے